Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum.e.Islamia/index
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
E-Mail: muloomi@iub.edu.pk Vol.No: 30,Issue:01.(January-July) 2023
Published by:Department of Islamic Studies,The Islamia University of Bahawalpur

میزان القرآن میں مفردات القرآن ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Mufradat al-Qur'an in Mizan al-Qur'an

Prof. Dr. Abu SufyanIslahī
Department of Arabic, Ali Garh Muslim University, India.
asislahi.ar@amu.ac.in

The Holy Qur'an is the last revealed book of Allah.It provides comprehensive guidance in all walks of life.The pagans of Makkah did not accept the challenge to make even a single Surah like it.Although The Qur'an was sent in Arabic language yet this language of Holy Qur'an was unique for Arabs.Mufridaat-al-Qur'an is a field of research in the whole world.This research paper clarifies different approaches regarding the understanding of Mufridaat.MoulanaAltaf Ahmad Azmi wrote a Commentary of the Qur'an named Meezan-al-Qur'an.His principles of Tafseer are highlighted in this paper.Moreover,the contribution of Madrasah Farahi is also discussed.Characteristics of Meezan-al-Qur'an is the main focus.Through this research it becomes clear that the main source of Altaf Ahmad Azmi's research was the approach of MoulanaHameed-ud-Din Farahi.The exegesis like Meezan-al-Qur'an help in minimizing the sectarianism in society.Hopefully this article will help in understanding the Holy Qur'an.

Keywords: Mufridaat-al-Quran, Exegesis, Language, Discipline of Qur'an.

مفردات کے اطراف:

قرآن کریم کو کتاب مبین کہا گیا ہے۔ آسمانی اور انسانی تصانیف میں کسی کتاب کو یہ مقام ومرتبہ حاصل نہیں، کیوں کہ یہ آخری آسمانی کتاب ہے۔ یہ کتاب عزیز معنوی اور لسانی اعتبار سے بھی بے مثال ہے۔ عرب جسے اپنی زبان دانی اور خطابت پر ناز تھا انھیں بھی قرآن کی زبان وبیان اور مفاہیم ومعانی کے آگے اپنی کہتری کا احساس ہوا۔ قرآن گو کہ عربوں کی زبان میں نازل ہوا، لیکن اپنی لسانیات ولفظیات کے لحاظ سے ایک مختلف ومتبائن شی ہے۔ عربی زبان میں ہوتے ہوئے اس کے اندر جو ایک روح کار فرما ہے اس کی اپنی الگ شناخت ہے۔ اس کے نزول سے عربی زبان کا دائرہ علمی وادبی اعتبار سے وسیع ہوا۔ بہت سے الفاظ کو نئے رنگ اور نئے مزاج سے ہم آہنگ کیا گیا۔ قرآنی الفاظ کی تحقیق وتشریح دور اول ہی سے جاری ہے۔ ماہرین لسانیات، علماء لغت، ارباب ادب اور مفسرین و محققین

نے مفردات القرآن کی توضیح وتفصیل میں ایک بڑا سرمایہ چھوڑا ہے۔ جامعات میں مفردات کی تبیین میں تحقیقی مقالات تحریر کیے گئے۔ اہل مغرب نے سائنسی نکات کا انکشاف کیا۔ اس کی آیات اور الفاظ میں بہت سے ایسے سائنسی مکتوبات ہیں جن کی تشریح سائنس داں ہی کر سکتے ہیں اور بہت سے اس کے مخفی خزائن کا انکشاف آنے والی دنیا کرے گی۔ لیکن یہ پیش نظر رہے کہ مفردات کے معانی ومفاہیم تک رسائی کے لیے صرف معاجم ہی کافی نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم نے بہت سے مفردات کو اپنے خاص تناظر میں پیش کیا ہے۔ مثلاً دین، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، نفاق، فسق، ایمان، اسلام، کفر اور تسبیح وغیرہ کو قرآن کریم نے خاص مطالب میں تشکیل دیا ہے۔ قرآن کریم کی اپنی معجم ہے اگر وہ پیش نظر نہ ہو تو تاویل آیات میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ مفردات القرآن کے اپنے ابعاد واطراف ہیں مفسرین کے لیے ان کی شناخت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اسالیب قرآن، مخارج مفردات اور عربی زبان وادب کے رموز سے واقفیت ہو۔ تفحص مفردات کے لیے کلام عرب پر نظر ہو، خطبات عرب جس قدر دستیاب ہوں ان کا مطالعہ کیا جائے، نیز اشعار عرب کا دقت نظر سے جائزہ لیا جائے۔ کیوں کہ یہ چیز حقائق مفردات کے انکشاف میں مؤید ہے۔ بالخصوص دور جاہلی اور مخضرمی شاعری اس باب میں زیادہ مستند ہے۔ اس کے بعد اموی اور عباسی عہد کی شاعری۔ اس کے بعد کے شعراء زیادہ مستند نہیں ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ اگر مفردات کی صداقت ہاتھ نہ آسکی تو تاویل آیات کا صحیح رخ پر جانا ممکن نہیں ہوگا۔

متقدمین کے یہاں مفردات کے تعلق سے بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں، لیکن بہت سے مفردات کے بارے میں ان سے یہاں کوتاہیاں ہوئی ہیں مثلاً "وانحر" کا مفہوم "سینہ پر ہاتھ باندھنا بتایا گیا" اور "تبت یدا أبی لہب وتب" کا مطلب "ہاتھ ٹوٹنا بتایا گیا جب کہ "وانحر" سے قربانی مراد ہے۔1۔ اور "تبت یدا أبی لہب وتب' سے بے یارومددگار اور بے دست وپا ہونا مقصود ہے۔2۔ ایک آیت کی مختلف تفاسیر اور ایک لفظ کے مختلف معانی مفسرین کے یہاں اس لیے پائے جاتے ہیں کہ ان کے یہاں قرآن کریم کے نظائر سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ انھیں یہ بتایا گیا کہ اللہ نے اپنی کتاب کو "کتاباً متشابہاً" (ملتی جلتی کتاب) کہا ہے۔ دوسرے نظم قرآن کی عدم اعتنائی کی وجہ سے حقائق تک رسائی نہ ہوئی۔ یہ ایک اساسی نظام ہے جس کا تقاضہ ہے کہ کسی آیت اور کسی لفظ کے تفسیر وتوضیح کے لیے اس کے ماقبل ومابعد کا بغور مطالعہ کیا جائے۔ کسی خطبہ یا کسی مضمون سے کسی جملہ یا کسی لفظ کو نکال کر اس پر خود ذہنی ورزش کی جائے یہ غیر انسب ہے۔ اور متون سے قطع نظر ہو کر صرف معاجم سے لفظ کے معنی طے کیے جائیں باعث تحیر ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جاہلی شعراء کے کلام مفردات کے معانی کے تعین میں حد درجہ معاون ہیں۔

قرآنیات کے حوالے سے مولانا حمید الدین فراہی کی خدمات لائق تحسین ہیں۔ انھوں نے مفردات کی توضیح اپنی مختلف تصانیف میں کی ہے۔ تفسیر نظام القرآن، اقسام القرآن، تعلیقات، مقدمہ نظام القرآن، دلائل النظام، التکمیل فی اصول التاویل اور الرای الصحیح فیمن ہو الذبیح مولانا کی ایسی تصانیف ہیں۔ جن سے ایک طرف مفردات کے بطون کو منظر عام پر لانے کی سعی مشکور کی گئی ہے تو دوسری طرف ان کتابوں سے تحقیق مفردات کے اصول ومناہج کی راہیں وا ہوتی ہیں۔ 3۔ مذکورہ تمام کوششوں کے علاوہ مولانا فراہی کی ایک جلیل القدر کاوش "مفردات القرآن" ہے جو سو صفحات سے کم پر مشتمل ہے۔ لیکن مفردات سے متعلقہ تمام تحقیقات میں اسے خاص مقام ومرتبہ حاصل ہے۔ بعض الفاظ کی تحقیق وتدقیق میں مولانا متقدمین سے بالکل ممتاز ومنفرد ہیں۔ صرف یہاں دو مثالوں پر اکتفا کیا جائے گا سورہ النحل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کی عظمت کو اس طرح بیان کیا گیا:

إِنَّ إِبْرَاهِيْمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتاً لِلّٰهِ حَنِيْفاً وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ(النحل:16/120)

بے شک ابراہیم اللہ کے سراپا فرمانبردار تھے، یکسو تھے مشرکین میں سے نہیں تھے۔

یہاں پر جو "امت" کا لفظ آیا ہوا ہے۔ متقدمین نے اس کی تفہیم میں غلطی کی ہے۔ یہاں اس کی تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف یہ بتانا کافی ہو گا کہ یہاں "امت" کا مفہوم سراپا، مجموعہ اور ٹوٹل ہے۔4۔ اسی طرح "نزاعۃ للشویٰ" کے تفاسیر میں کیا کیا معانی اختراع کیے گئے ہیں، صرف کلام عرب سے بے التفاتی کے سبب۔ مولانا نے "نزاعۃ للشوی" کی تحقیق میں بڑے مراحل طے کیے۔ ان مراحل سے گزرتے ہوئے جب منزل مقصود آئی تو فرمایا کہ مجھے اس قدر مسرت محسوس ہوئی کہ اتنی مسرت اس بادشاہ کو بھی نہیں مل سکتی ہے جب اس کے سر پر تاج رکھا جاتا ہے۔ مولانا نے اس پر طویل عالمانہ بحث کی ہے اور فرمایا کہ اس کا مفہوم "لحم الساق" ہے5۔ مولانا نے اپنی تحقیقات اپنی تدریس او خطبات سے ایک حلقہ پیدا کیا۔ جو شارحین فکر فراہی کے نام سے موسوم ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا اختر احسن اصلاحی، خالد مسعود، الطاف احمد اعظمی اور محمد اجمل ایوب اصلاحی نے فکر فراہی کی تعریف و توسیع میں اہم کارنامے انجام دیئے۔ مولانا اختر احسن نے "مباحث قرآن" ،مولانا اصلاحی نے "مباحث القرآن"، مولانا ابو اللیث اصلاحی نے "مولانا ابو اللیث اصلاحی کے قرآنی مقالات" اور مولانا داؤد اکبر اصلاحی نے "مولانا داؤد اکبر اصلاحی کے قرآنی مقالات" ،مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے "ایضاح القرآن" اور خالد مسعود نے "اصول فہم قرآن" الطاف احمد اعظمی نے "میزان القرآن" اور محمد اجمل ایوب اصلاحی نے "مفردات القرآن: تحقیق وشرح" کے ذریعہ فکر فراہی کی تعمیم و تشہیر کا گراں قدر فریضہ انجام دیا۔ مندرجہ سطور میں پروفیسر الطاف احمد اعظمی کی تفسیر "میزان القرآن" میں مفردات کی تشریح و تحقیق کے لیے مفسرین کو قابل استناد بنانے کے برعکس نظائر قرآن کو حقیقی مرجع قرار دیا ہے۔ پروفیسر اعظمی نے تفسیری اصول پر "تفسیر قرآن کے اصول و مسائل" کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جو فہم قرآن میں حد درجہ معاون ہے۔ یہ در اصل "میزان القرآن" کا مقدمہ ہے جس میں تفسیر آیات کے قواعد کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ نیز دیگر مفسرین اور متقدمین کے اصول تفسیر پر تجزیاتی گفتگو کی ہے۔

سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھتے ہوئے کئی مفردات کی تشریح کی ہے جس کی وجہ سے سورہ فاتحہ کی حقیقی تصویر تک رسائی ہوئی ہے۔ سورہ فاتحہ میں مفردات کی بحث آچکی ہے۔ لیکن یہاں اعادے کی ضرورت اس لیے ہے کہ یہ بحث مفردات کے ساتھ مخصوص ہے۔ "رب" کی تحقیق کرتے ہوئے تحریر کیا کہ بالعموم مفسرین نے مربی اور پروردگار ترجمہ کیا ہے جب کہ اس کے دوسرے لغوی معانی بھی ہیں اگر اس کی تمام جہتیں پیش نظر نہ ہوں تو اس کے حقیقی مفہوم تک پہنچنا دشوار ہو گا۔ "رب ولدۃ" کا مفہوم یہ ہے کہ بچے کی پرورش کرنا حتی کہ ایام طفولیت کو طے کرتے ہوئے منزل بلوغ کو چھولے۔ حسان بن ثابت کا شعر ہے::

من درة بيضاء صافية

مما تربب جائر البحر 6۔

(ممدوح اس صاف اور سفید ہوتی سے بھی زیادہ خوبصورت ہے جس نے سمندر کی گہرائی میں پرورش پائی۔)

"تاج العروس" کے حوالے سے یہ بھی صراحت کی گئی کہ رب، مالک، سید، مدیر، مربی اور متمم کے معانی میں بھی آتا ہے۔ ابن الانباری کا قول ہے کہ یہ تین مفاہیم میں مستعمل ہے: مالک، دوسرے سید جس کی اطاعت کی جائے اور تیسرے مصلح، سید اور مطاع کے مفہوم کی ادائیگی لبید بن ربیعہ نے اس طرح کی ہے:

وأهلكن قدما رب كندة وابنه

ورب معدبين خبت وعرعر7۔

(انھوں نے خبث وعرعر کے مقام کندہ کے سردار، اس کے فرزند اور معد کے سردار کو ہلاک کر دیا۔)

قرآن مجید میں متعدد ایسے مقامات ہیں جہاں رب، آقا اور مالک کے معنی میں آیا ہوا ہے۔8۔ سورہ قریش میں ارشاد ربانی ہے::

"فلیعبدوا رب هذا البیت"(قریش:12/106)

اس گھر کے مالک کی عبادت کرنی چاہیے۔

صاحب میزان القرآن نے رحمن اور رحیم کی بھی مختلف حوالوں کی مدد سے اچھی وضاحت کی ہے۔ رحمن مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے عطشان، عضبان اور شعبان وغیرہ۔ رحمن سے متبادر ہے کہ اللہ کی رحمتیں بے پناہ اور بیکراں ہیں۔ اس کا اندازہ عقل انسانی سے ماوراء ہے۔ کیوں کہ وہ لامحدود اور لاتعداد ہیں۔ قرآن کریم میں خود مذکور ہے کہ سطح زمین پر موجود درختوں کے قلم اور ساتوں سمندر کو روشنائی بنادینے کے باوجود اس کی نعمتوں کو ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں ہے۔9۔ اس کی وسعتوں کو الفاظ میں قید کرنا بعید از قیاس ہے۔ اللہ کے خزانے دنیائے انسانیت کے لیے مستقل اگلتے رہیں گے۔ اسی لیے قرآن نے مخفی نعمتوں کو تلاش کرنے کی بات کہی ہے۔ رحیم کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح اللہ کی نعمتیں بے حد وحساب ہیں اسی طرح اللہ کی نعمتیں غیر منقطع اور مستقل و مسلسل ہیں۔10۔ ان کا سلسلہ غیر منتہی ہے۔ رحمن اور رحیم کا ایک واضح فرق یہ ہے کہ رحمن بندوں کی صفت میں غیر مستعمل ہے اور رحیم کی صفت بندوں کے لیے مستعمل ہے۔ 11۔ خود قرآن کریم میں ارشاد ہے::

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ(الفتح:29/48)

(صحابہ کرام) کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔

یہاں یہ صراحت ضروری ہے کہ مندرجہ بحث پچھلی سطور میں موجود ہے، لیکن اس بحث کے تسلسل کے پیش نظر یہاں اسے دوبارہ نقل کیا جارہا ہے تاکہ میزان القرآن کا یہ پہلو مزید ابھر کر سامنے آسکے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے: ومنہم امیون لایعلمون الکتٰب الا امانی"]اور ان میں ناخواندہ بھی ہیں جو کتاب (یعنی تورات) کا علم نہیں رکھتے۔ البتہ اس کی قرات کرلیتے ہیں (یعنی ناظرہ خواں ہیں)[اکثر مفسرین نے "امانی" کا ترجمہ اردو میں اور دل پسند باتیں کیا ہے۔ جو راقم کے خیال میں درست نہیں ہے۔ یہ "امنیۃ" کی جمع ہے جو زبانی قرات کے معنی میں ہے، عرب تمنی بمعنی قرات بولتے ہیں:

تمنى كتاب الله فى الليل خالياً

تمنى داؤد الزبور على رسل

(اس نے رات میں اللہ کی کتاب تنہائی میں پڑھی، جیسے داؤد زبور ٹھہر کر پڑھتے تھے۔)

یہ دراصل عام یہودیوں کا گروہ تھا۔ یہ لوگ تورات کے الفاظ تو پڑھ لیتے تھے لیکن اس کے معنی و مطلب نہیں سمجھتے تھے۔ یہ دراصل ناظرہ خواں تھے۔ یہ اسی طرح کے لوگ تھے جیسے بہت سے مسلمان قرآن کے الفاظ پڑھ لیتے ہیں لیکن ان کا معنی و مفہوم نہیں جانتے"۔12۔

یہ بات معروف ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں خاصے عبرانی کلمات موجود ہیں۔ ان کلمات کی تشریح عبرانی داں اچھے طریقے سے کرسکتا ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں اس پہلو کو موضوع بحث بنایا ہے اور قرآن میں موجود چند عبرانی الفاظ کو نقل بھی کیا ہے۔13۔ پروفیسر اعظمی نے اپنی کتاب "مولانا فراہی کے بنیادی افکار" میں اس کا قدرے اہتمام کیا ہے۔ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "جبریل" عبرانی لفظ ہے۔ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ یہ سریانی ہے۔ بہر حال یہ معرب ہے اس کے دو جزء ہیں۔

"جبر" اور "ایل" جبر کے معنی بندہ اور ایل کے معنی خدا کے ہیں جس کا مفہوم عربی میں عبد اللہ ہے۔ اسی طرح "میکائیل" میک اور ایل سے مرکب ہے اور میک کا مفہوم چھوٹا ہے جس کو عربی میں عبید اللہ کہا جاتا ہے۔14۔

سورہ بقرہ میں "ولاتؤتوا السفہاء أموالكم التی جعل الله لكم قياماً"]اور تم اپنے وہ مال جنھیں اللہ نے تمہارے قیام (یعنی معیشت) کا ذریعہ بنایا ہے ناسمجھ یتیموں کے حوالے مت کرو۔[یہاں "سفہاء" کے متعلق تحریر کیا ہے کہ اس سے نادان لوگ مراد ہیں۔ اور اگر یہ غلط راستوں پر جاکر اپنے مال کو برباد کر رہے ہیں تو ان کی پراپرٹی کو حکومت ضبط کر سکتی ہے۔15۔ یہاں پر نظم قرآن پر توجہ مبذول نہ ہونے کی وجہ سے مذکورہ مفہوم اخذ کیا گیا ہے۔ جب کہ سفہاء سے ناسمجھ یتیم بچے مراد ہیں۔ ان کے سرپرستوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ ان کی جائیداد اور ان کے کاروبار پر توجہ دی جائے تاکہ ان پر ناجائز قبضے نہ ہو سکیں۔ ان کی پراپرٹی ان کے سپرد اس وقت کی جائے جب ان کے اندر تحفظ کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔16۔ یہاں یہ وضاحت بھی مناسب ہو گی "سفہاء" میں یہ مفہوم بھی موجود ہے کہ ان کے اندر تیز طراری، شعبدہ بازی اور جعل سازی نہیں ہوتی بلکہ یہ بھولے، مخلصین اور قربانیاں دینے والے عباد اللہ ہیں منافقین ومشرکین کا جواب دیتے ہوئے قرآن کریم نے یہ صراحت کی کہ حقیقتاً یہی لوگ سفاہت ودناءت میں غرق ہیں "الا انہم هم السفہاء ولٰكن لا يعلمون"۔

سورہ بقرہ میں "قوامون على النساء" آیا ہوا ہے۔ مفسرین نے "قوام" کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ اس سے مردوں کی عورتوں پر برتری کا تاثر ابھرتا ہے۔ مثلاً اس کا ترجمہ داروغا اور حاکم کیا گیا ہے۔ جب کہ اس کا ترجمہ کفیل اور نگراں کیا جائے تو زیادہ قرین قیاس ہے۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ مرد قوام اس لیے ہے کہ جسمانی اعتبار سے وہ عورت کے بالمقابل زیادہ قوی ہے۔17۔ اور دوسری چیز یہ ہے کہ عورت جذباتی ہوتی ہے بعض مقامات پر جس توقف اور بردباری کی ضرورت ہوتی ہے اس کا اس کے اندر فقدان ہے جس کی وجہ سے وہ کوئی فیصلہ لینے سے قاصر ہوتی ہے۔ عقاد نے اس کی دماغی ساخت کا مردوں کی دماغی ساخت سے موازنہ کرتے ہوئے بتایا کہ قوامیت کا حقیقی مستحق مرد ہے۔ ہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ اگر خاندان کی کفالت عورت کرتی ہے تو اسے قوامہ کا درجہ دیا جائے گا۔

سورہ المائدہ میں آیت "يأيها الذين آمنوا اتقوا الله وابتغوا إليه الوسيلة"]اے ایمان والو! اللہ کی نافرانی سے بچو اور (اچھے اعمال کے ذریعہ سے) ان کا قرب چاہو[میں لفظ "الوسیلۃ" پر مفسرین نے طویل بحثیں کی ہیں۔ ایک خاص مکتب فکر کے لوگوں کا خیال ہے کہ برزگان دین کو وسیلہ بنا کر اللہ تک پہنچا جائے، انتہا تو یہ ہے کہ انھیں زندہ تصور کیا جاتا ہے۔ ان کے قبور پر جاکر طرح طرح کی بداعمالیاں کی جاتی ہیں۔ ان پر سجدہ کیے جاتے ہیں۔ کیوں کہ یہ اہل شرک کے نزدیک جائے استغاثہ ہیں۔ یہ بھی تصور ہے کہ وہ اللہ کے یہاں ہماری شفاعت کریں گے۔ ان کے پاس علم غیب ہے۔ جب کہ آیت کا مفہوم اس کے برعکس ہے۔ وسیلہ کا مفہوم بادشاہ کے یہاں منزلت، درجہ اور قربت کے ہیں۔ اقرب الموارد میں ذریعہ تقرب کے مفہوم میں ہے۔ جرجانی کا خیال ہے کہ اس سے وہ چیز مراد ہی جو کسی تک حاضری کا ذریعہ بن سکے۔ مذکورہ مفاہیم کا اختصار یہ ہے کہ خدا کا قرب ڈھونڈو اور پھر ذریعہ قرب بھی بتادیا گیا کہ وہ تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔18۔ رہے اولیاء، بزرگان دین اور اقطاب تو یہ بندے ہیں یہ خود اللہ کے محتاج ہیں یہ کیا کسی کی شفاعت کر سکتے ہیں؟ ان کا اللہ کی قدرت وحکمت میں ذرہ برابر اختیار نہیں ہے۔ پروفیسر اعظمی نے تصور شفاعت پر قرآن کی روشنی میں عالمانہ بحث کی ہے۔19۔ خود اللہ کے رسول ﷺ کے تیئں امت کے اندر جو تصور شفاعت ہے وہ صریحاً قرآن کریم کے برعکس ہے۔ آپ ﷺ کے شفیع المذنبین ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ مجرمین ومشرکین کی شفاعت کریں گے آپ ﷺ صرف انہی کی شفاعت کریں

گے جن کی شفاعت کا اللہ کی طرف سے حکم ہو گا۔ پروفیسر اعظمی نے میزان القرآن کی پہلی جلد میں اس موضوع پر قرآنی نقطۂ نظر پیش کیا ہے۔

مباحث لسانیات:

قرآن کریم کی لسانیات کے متعدد پہلو ہیں۔ ترقی علوم وفنون کے ساتھ اس کی لسانی خصوصیات منظر عام پر آتی رہیں گی۔ سورۃ النمل میں ”قالت نملۃ یاَیہا النمل ادخلوا مساکنکم“ آیا ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ میزان القرآن میں ”تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو (خبردار) تم اپنے گھروں (یعنی سوراخوں) میں گھس جاؤ“ کیا گیا ہے۔20۔ پروفیسر اعظمی نے سورۃ النمل کا تعارف رقم کرتے ہوئے فرمایا کہ سلیمانی لشکر سے آگاہ کرنے والی چیونٹی غالباً چیونٹیوں کی سردار رہی ہو گی۔21۔ یہاں پروفیسر اعظمی نے ”نملۃ“ کی سیادت کے متعلق شک کا اظہار کیا ہے جب کہ سائنسی نقطۂ نظر سے یہ یقینی ہے کہ چیونٹیوں کی قیادت ہمیشہ Female چیونٹی کرتی ہے۔ یہاں سیادت کرنے والی چیونٹی ”نملۃ“ یعنی female ہے۔ اس کا ترجمہ ”ایک چیونٹی کرنا مناسب نہیں ہے بلکہ سردار چیونٹی کرنا انسب ہے۔

سورہ القصص میں ”ولما ورد ماء مدين وجد عليه أمة من الناس يسقون“ آیا ہوا ہے۔ امت کا ترجمہ مولانا تھانوی اور مولانا امین احسن اصلاحی نے ”بھیڑ“ 22۔ کیا ہے۔ لیکن اس کا مفہوم چھوٹی جماعت یا گروہ کا ہے۔ قرآن کریم میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ مثلاً ”ولتكن منكم أمة يدعون الى الخير“ (آل عمران:3/104)]اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو (لوگوں کو) خیر کی طرف بلائے۔[دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: ”وَإِذَ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْماً اللّهُ مُهْلِكُهُمْ“ (الاعراف:7/164) اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے) ان آیات کے علاوہ بھی قرآن کریم سے مزید نظائر پیش کیے جاسکتے ہیں۔23۔

پروفیسر اعظمی نے ترجمہ اور تفسیر کے تعلق سے بعض نئے انکشافات کیے ہیں۔ ایسا صرف تفکر قرآن پر شدت اعتناء اور نظم قرآن پر ارتکاز کی وجہ سے ہے۔ سورہ العنکبوت میں قوم لوط کے تعلق سے آیا ہوا ہے کہ ”أئنكم لتاتون الرجال وتقطعون السبيل“]کیا تم (عورتوں کو چھوڑ کر) مردوں کے پاس آتے ہو اور (فطرت کی معلوم) راہ کاٹتے ہو (یعنی غیر فطری طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرتے ہو۔[یہاں پر مفسرین نے ”تقطعون السبيل“ کا ترجمہ ”رہزنی کرتے ہو“ (تفہیم القرآن) یا ”ڈاکہ ڈالتے ہو“ (بیان القرآن) کیا ہے۔ یہ ترجمہ غلط ہے کیوں کہ اس سے قبل ”أئنكم لتاتون الرجال“ پر غور نہیں کیا گیا۔ اگر اسے سامنے رکھ کر ترجمہ کیا جائے تو ڈاکہ زنی کا ترجمہ بے جوڑ نظر آئے گا۔ ”تقطعون السبيل“ کا مفہوم فطری طریقہ سے انحراف ہے۔24۔

سورہ صافات میں ”أتدعون بعلاً وتذرون احسن الخالقين“ آیا ہوا ہے۔ یہاں دیوتا ”بعل“ کا ذکر آیا ہوا ہے۔ جسے قوم حاجت روائی کے وقت پکارتی تھی۔ گویا اس کی پرستش کرتی تھی۔ لفظ ”بعل“ پر پروفیسر اعظمی نے محققانہ انداز اختیار کیا ہے۔ بعل یمنی لفظ ہے۔ عربوں میں یہی لفظ آکر ”ھبل“ بن گیا۔ مناسب ہو گا کہ اس لفظ کی تحقیق کو انھیں کے الفاظ میں ملاحظہ کر لیا جائے:

”اہل لغت اور مفسرین کی تشریح کے مطابق ’بعل‘ یمنی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی آقا اور مالک کے ہیں۔ عربی میں بھی یہ اسی معنی میں مستعمل ہے۔ بولتے ہیں ”من بعل هذه الناقة“]اس اونٹنی کا مالک کون ہے[۔ یہ شوہر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے (لسان العرب، بذیل مادہ ب ع ل)۔ قرآن مجید میں ’بعل‘ کا لفظ اس آخری معنی میں ایک سے زیادہ مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ (دیکھیں سورہ بقرہ:228، نساء:128، ہود:72، نور:31)

'بعل' اکثر سامی اقوام کا ایک اہم دیوتا تھا۔ 'بعلبک' جو شام کا ایک قدیم تاریخی شہر ہے۔ اسی دیوتا کی طرف منسوب ہے یعنی بعل کا شہر۔ 'بک' کے معنی شہر کے ہیں جو 'بکہ' کا مخفف ہے۔ اہلِ تفسیر نے لکھا ہے کہ یہ دیوتا چودہ ہاتھ لمبا اور سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کے چار منھ تھے (معالم التنزیل، تفسیر آیت مذکورہ) تورات میں جن دیوتاؤں کے نام مذکور ہیں ان میں بعل بھی ہے (تثنیہ 12-31، عدد22-41،25-12) 'بعل' کے لیے مذبح اور ہیکل بنائے جاتے ہیں اور اس کے نام پر اولاد کو ذبح کر کے چڑھاتے ہیں اور یہ بہترین قربانی سمجھی جاتی تھی۔(تثنیہ12-31، یرمیاہ19)

بعض مستشرقین نے لکھا ہے کہ 'بعل' ستارہ زحل کا نام تھا، قوم مدین اس کی پرستش کرتی تھی اور اونٹ کی قربانی اس کے لیے افضل سمجھی جاتی تھی۔(دیکھیں، انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، لیڈن، 1960ء، ج1، ص968-969)

بعل ہی کی محرف شکل 'ہبل' ہے۔ وہ اصل میں 'ھبعل' تھا جو عبرانی لفظ ہے۔ عبرانی میں 'ھ' کلمہ تعریف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عمرو بن لحی اس ھبعل دیوتا کو شام سے لایا تھا مکہ پہنچ کر وہ 'ھبل' بن گیا۔ یہ بت قریش کا معبودِ اعظم تھا اور خاص صحن کعبہ میں نصب تھا۔ اس کی شکل انسان کی سی تھی، اس کے آگے وہ فال کے پانسے ڈالا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اس دیوتا کی حیثیت رب کائنات کی تھی۔ زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزیٰ نے جو نبی ﷺ کی بعثت سے قبل اصنام پرستی سے تائب ہو چکا تھا، اپنے درج ذیل اشعار میں عرب کے دوسرے بتوں کے ساتھ اس بابت کا بھی ذکر کیا ہے:

أرباً واحداً ام الف رب
أدين اذا تقسمت الامور
عزلت اللات والعزیٰ جميعا
كذلك يفعل الجلد الصبور
فلا عزیٰ ادين ولا ابنيها
ولاصنمی بنی عمرو ازور
ولا هبلا ازور وكان ربا
لنا فی الدهر اذحلمی صغير25

"جب میں نے معاملے پر غور کیا کہ رب واحد کی اطاعت کروں یا ہزار ارباب کی؟ تو بالآخر میں نے لات و عزیٰ سب کو چھوڑ دیا اور قوی اور حلیم شخص ایسا ہی کرتا ہے۔ میں نہ عزیٰ کے آگے جھکوں گا اور نہ اس سے اچھا سلوک کروں گا، اور نہ بنو عمرہ کے اصنام کی زیارت کروں گا، اور نہ ہبل کی جو رب ہے اگر میں نے ایسا کیا تو دنیا میں مجھ سے کم عقل اور نادان کوئی اور نہ ہوگا"۔

سورہ شوریٰ کی آیت 29 میں "دابۃ" کا لفظ آیا ہے۔ میزان القرآن میں اس کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے صحیح مفہوم تک پہنچنے کی اچھی کوشش کی گئی ہے۔ پروفیسر اعظمی نے اس پر تفصیلی روشنی اس لیے ڈالی ہے کہ مفسرین مختلف معانی کی طرف گئے ہیں۔ یہاں پر تصریف آیات کو بنیاد بناتے ہوئے بتایا گیا کہ اس میں انسان اور حیوانات کی تمام اقسام شامل ہیں۔ یہ آسمانوں اور زمین دونوں میں رہتے ہیں۔ دابہ پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ پہلو بھی موضوعِ بحث آیا کہ سات آسمانوں کی طرح زمین بھی سات ہیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے: "و من الارض مثلھن"۔ لفظ دابۃ کے باب میں میزان القرآن کی بحث ان لفظوں میں ہے:

"اس آیت کے مطابق جس طرح زمین میں جاندار (دابہ) ہیں، اسی طرح آسمانوں میں بھی ہیں۔ چوں کہ یہ قرآن مجید کی ایک اہم آیت ہے اس لیے اس کا صحیح مفہوم متعین کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ہم پہلے لغت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ عربی میں دب، یدب، دباً

و دبیبا کے معنی رینگ کر چلنے کے ہیں۔ ابن درید کا قول ہے کہ اس میں آہستہ روی کا مفہوم پایا جاتا ہے (ای مشیٰ علی ھینۃ ولم یسرع) چنانچہ دب الشیخ کے معنی ہیں کہ بوڑھا ٹھہر ٹھہر کر چلا، یعنی آہستہ خرامی کے ساتھ (فمشیٰ بطیئاً رویداً) ابو امیہ حنفی کا شعر ہے:

ادرکتنی شیخا ولست شیخاً

انما الشیخ من یدب دبیبا

"تم نے مجھے عمر رسیدہ آدمی سمجھا یعنی بوڑھا حالاں کہ میں بوڑھا نہیں ہوں کیوں کہ بوڑھا آدمی تو وہ ہے جو بہت آہستہ آہستہ چلتا ہے"۔

دب القوم الی العدو دبیباً کا مطلب ہے کہ وہ لوگ اپنے دشمن تک آہستہ روی کے ساتھ پہنچے، تیز گامی کے ساتھ نہیں۔ (تاج العروس، طبع کویت 1966ء، ج2، 392)، اسی سے دابۃ کا لفظ بنا ہے۔ اس کا اطلاق ان حیوانات پر ہوتا ہے جو رینگ کر چلتے ہیں۔ صاحب تاج العروس نے بھی لکھا ہے کہ اس کا اطلاق انس و جن اور ہر ذی عقل پر ہوتا ہے (تاج العروس، ج2، ص392)۔ عربی کی دوسری معروف لغت 'لسان العرب' کی تشریح کے مطابق 'دابۃ' کا اطلاق زیادہ تر جانوروں پر ہوتا ہے جن پر سواری کی جاتی ہے۔ (لسان العرب، طبع بیروت، 1955ء، ج1، ص370)

اس لغوی وضاحت کے بعد یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ "قرآن میں یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے اور زیر بحث آیت میں اس کے کیا معنی ہیں۔ قرآن کی جن سورتوں میں یہ لفظ وارد ہے۔ ان کی تعداد بارہ ہے، یہ لفظ بصورت واحد جن سورتوں میں آیا ہے وہ یہ ہیں: سورہ بقرہ:164، سورہ انعام:38، سورہ ہود:6، سورہ نحل:61، سورہ نور:45، سورہ نمل:82، سورہ عنکبوت:60، سورہ لقمان:10، سورہ سبا:14، سورہ فاطر:45، سورہ شوریٰ:29، سورہ جاثیہ:4۔ اور جن سورتوں میں بطور جمع آیا ہے۔ ان کی تعداد تین ہیں۔ سورہ انفال:22، سورہ حج:18، سورہ فاطر:28

مذکورہ قرآنی حوالوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے 'دابۃ' کا لفظ ان تمام جانداروں کے لیے استعمال کیا ہے جو پیروں پر یا رینگ کر چلتے ہیں۔ سورہ نور کی آیت 45 میں ہے کہ اللہ نے ہر جاندار (دابۃ) کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں پیٹ کے بل چلنے والے دو پیروں اور چار پیروں پر چلنے والے سب جاندار شامل ہیں۔ اس آیت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ 'دابۃ' میں حشرات الارض اور حیوان دونوں شامل ہیں"۔26۔

میزان القرآن پر نقد:

سورہ الفتح میں اللہ کے رسول ﷺ کے متعلق: "لیغفرلک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتأخر" آیا ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ میزان القرآن میں "تاکہ اللہ (اپنے لطف و کرم سے) تمہاری اگلی اور پچھلی لغزشوں کو (جو دین حق کی اشاعت میں غیر ارادی طور پر تم سے سرزد ہوئیں) معاف کرے اور تم پر اپنی نعمت پوری کرے) پروفیسر اعظمی نے "ذنب" کا ترجمہ "لغزش" کیا ہے 27۔ جو درست نہیں ہے۔ "ذنب" کا مفہوم گناہ ہے لیکن سیرت مصطفی کی رعایت میں اس کا ترجمہ "لغزش" کیا گیا ہے۔ جو مناسب نہیں ہے۔ پروفیسر اعظمی کے پیش نظر سورہ الشعراء کی آیت "ولھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون" کا صحیح مفہوم بھی پیش نظر نہ رہا۔ بات یوں ہے کہ قومی ہمدردی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بطور تنبیہ قبطی کو ایک طمانچہ کیا رسید کیا کہ اسی میں وہ دم توڑ بیٹھا۔ اس کی وجہ سے اس کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر قتل کا الزام لگایا جس کی وجہ سے وہ آپ کے قتل کے درپے ہوگئے۔ پروفیسر اعظمی نے اس کا ترجمہ "میں ان کے معاملے میں ایک خطا کا بھی مرتکب ہوں، تو ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کردیں گے" 28۔ یہ ترجمہ غلط ہے کیوں کہ

"ذنب" کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہیں بلکہ قبطی کے لوگوں سے ہے۔ یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اقدام کو قتل کے مترادف قرار دیا گیا۔ اسی الزام کو قرآن کریم نے ذنب یعنی الزام کہا ہے۔ سورہ فتح میں بھی ذنب الزام کے معنی میں ہے۔ یہاں عربوں کے الزامات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو طرح طرح سے ان الزامات کے ذریعہ آپ ﷺ کی دعوت دین کا راستہ روکنا چاہتے تھے۔ اللہ نے ان الزامات کو مختلف فتوحات کے ذریعہ کالعدم قرار دیا۔

سورہ الطور میں اہل الجنۃ کی آسائشوں کا ذکر کرتے ہوئے "یتنازعون فیہا کأساً" کہا گیا ہے۔ جس کا ترجمہ مفسرین نے بالعموم "اس (جنت) میں جام (شراب) کے لیے چھینا چھپٹی کریں گے" کیا ہے۔ 29۔ جب کہ "تنازع الکاس" لغت میں جام پیش کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ چھینا چھپٹی یوں بھی اہل الجنۃ کے امتیازات سے کوئی علاقہ نہیں ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَایَسْمَعُوْنَ فِیْہَا لَغْواً وَلاَتَاثِیْمًا اِلا قِیْلاً سَلاَماً سَلاَمًا(الواقعہ:56/25)

نہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گنہ کی بات، صرف سلام ہی سلام کی آواز ہو گی۔

یہ آیت یہی بتاتی ہے کہ وہاں ایک خوشگوار ماحول گا۔ اس کا بدنظمی اور شوو شغف سے دور کا واسطہ نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ جنتی شراب پی کر انسان کے بہکنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ "یتنازعون الکأس" میں بے نفسی کا بھی مفہوم ہے کہ ایک جنتی دوسرے جنتی کو اپنے اوپر ترجیح دے گا یعنی اپنے پینے سے قبل اسے جام شراب پلانے کی کوشش کرے گا"۔30۔

اساسی ماخذ تک رسائی:

میزان القرآن میں اصنام عرب کی تاریخ، ان کے مقام و مرتبہ اور ان کے انساب پر مفید روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس تفصیل کے لیے صاحب تفسیر نے اساسی ماخذ کو کھنگالا ہے اور پھر ان کے متعلق مدلل نقطہ نظر پیش کرنے کی سعی مشکور کی ہے۔ سورۃ النجم میں لات، عزیٰ اور مناۃ کا ذکر آیا ہے۔ ان تینوں پر حواشی میں قابل قدر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ ہم انہی سطور کو قارئین کے لیے نقل کرنا چاہتے ہیں:

"لات، عزہ اور مناۃ عربوں کے اہم معبودوں میں شمار ہوتے تھے۔ یہ در اصل دیویاں یعنی فرشتے تھے۔ کفار عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے اور اللہ کے ہاں اپنا سفارشی قرار دے کر ان کی پوجا کرتے تھے۔ 'لات' کا بت طائف میں ایک مقام پر نصب تھا اور یہ اہل طائف کا سب سے بڑا معبود تھا۔ 'لات' کس لفظ سے مشتق ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک خیال ہے کہ یہ 'لت' سے مشتق ہے جس کے معنی گھولنے کے ہیں، لیکن یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ 'لیت' سے مشتق ہے جس کے معنی پھیرنے کے ہیں، یعنی مصیبتوں کا پھیرنے والا، گویا کہ اس دیوی کا کام لوگوں کی فریاد رسی تھا (معجم البلدان، ج7، ص309)، ایک دوسرا خیال یہ ہے کہ یہ 'ایل' اور 'تائے تانیث' سے مرکب ہے یعنی اصل میں یہ 'ایلوۃ' تھا جب اس پر اَل تعریف کا اضافہ کیا گیا تو یہ "اللوات" ہو گیا اور پھر اس سے 'ایلات' ہو گیا بمعنی دیوی۔ (تاریخ ارض القرآن، علامہ سید سلیمان ندوی، ج:2، ص:234)

جب رسول اللہ ﷺ نے فتح طائف کے بعد اس بت کو منہدم کرایا اور اسے آگ میں جلوادیا تو اس واقعے کو شداد بن عارض جشمی نے نظم کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع مددگار دیوی سمجھی جاتی تھی:

لاتنصروا اللات ان اللہ یہلکہا
وکیف نصرکم من لیس ینصر

(لات کی مدد نہ کرو کہ اسے اللہ ہلاک کرے گا، اور پھر تم اس کی مدد کیا کروگے جو آپ اپنی مدد سے قاصر رہا)

ان التی حرقت بالنار واشتعلت
ولم یقاتل لدی احجارھا ھدر
(وہ جسے آگ میں جلوادیا گیا اور شعلوں کی نذر ہو گیا اور جو اپنے گھر میں بھی جنگ نہ کر سکا اور ناکام ہوا)
(معجم البلدان، ج:7، ص:310)

'عزیٰ'، 'اعز' اسم تفصیل کی تانیث ہے یعنی بہت غالب آنے والی یا مددگار دیوی۔ یہ قریش کے ہاں جنگ کی دیوی تھی۔ چنانچہ جب جنگ احد میں مسلمانوں کو وقتی طور پر پسپائی اختیار کرنی پڑی اور وہ حفاظت کے لیے کوہ اُحد پر چڑھ گئے تو لشکرِ کفار کے سردار ابوسفیان نے پکار کر کہا: اعلی ھبل (ہبل کی جے ہو) مسلمانوں نے رسول اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق کہا: اللہ اعلیٰ واجل (اللہ ہی بلند و برتر ہے) یہ سن کر ابوسفیان نے کہا: لنا العزی ولاعزی لکم (ہماری طرف عزیٰ ہے، تمہاری طرف کوئی عزیٰ نہیں) مسلمانوں نے نبی ﷺ کی ہدایت کے مطابق جواب دیا: اللہ مولانا ولا مولی لکم (اللہ ہمارا آقا ہے تمہارا کوئی آقا نہیں)

اوس وخزرج کے بت کا نام 'مناۃ' تھا۔ اہل علم نے اس کے مختلف مآخذ قرار دیئے ہیں۔ بعض نے 'منی' سے مشتق بتایا ہے جس کے معنی بہانے کے ہیں، اسی سے منیٰ (خون بہانے کی جگہ) بنا ہے جہاں ایام حج میں قربانی کی جاتی ہے۔ یاقوت نے اس کے مختلف مآخذ بتائے ہیں جن میں سے ایک 'مناۃ' ہے جس کے معنی تقدیر کے ہیں، اور ایک دوسرے معنی موت کے ہیں گویا کہ وہ تقدیر اور موت کی دیوی تھی"۔35۔

مفسرین سے تقابل:

صاحب تفسیر نے لفظ "الآلاء" پر بھی لغوی بحث کی ہے۔ یہاں یہ صراحت ضروری ہے کہ مولانا فراہی نے اس لفظ پر مدلل گفتگو کی ہے۔ بالعموم مفسرین کے یہاں اس کا مفہوم نعمت ہے۔ مولانا فراہی نے استشہاد بکلام العرب کے ذریعہ بتایا کہ اس کا مفہوم کرشمہ سازی، کارنامے، عجائب فطرت اور صناعیاں ہیں۔36۔ مولانا فراہی کے اسی تصور کو مولانا بدر الدین اصلاحی نے مجلہ "الاصلاح" میں شائع شدہ اپنے ایک مضمون "لفظ آلاء کی تحقیق" میں سلیقے سے بیان کیا ہے۔37۔ اسی خیال کو تفسیر "تدبر قرآن" میں سلیقے سے پیش کیا گیا ہے۔38۔ یہاں یہ صراحت بھی اہمیت کی حامل ہوگی کہ مولانا فراہی نے لفظ آلاء کی جو مثالی تحقیق پیش کی ہے اس تحقیق کو مزید مستند بنانے کے لیے ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی نے مزید شواہد کلام عرب سے دریافت کیے ہیں۔39۔ پروفیسر اعظمی نے فرمایا کہ آلاء کا مفہوم کمالات وکارنامے ہیں۔ ایک حدیث سے اس مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔"تفکروا فی آلاء اللہ ولاتفکروا فی اللہ "(اللہ کے کرشموں کے متعلق غور وخوض کرو، نہ کہ اللہ کے بارے میں)40۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب انسان صنائعِ قدرت کے متعلق سوچے گا تو یہ آیات خود اس کے سامنے معرفت توحید لاکر حاضر کردیں گی۔ اللہ کی ذات کے متعلق مباحثہ ومناقشہ سے اس لیے روکا گیا ہے کہ انسان غلط راستے پر چل پڑتا ہے۔ یہاں دراصل متکلمین کے لایعنی مباحث سے گریز کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اپنی بات کی تائید کے لیے پروفیسر اعظمی نے نابغہ کا شعر نقل کیا ہے:

ھم الملوک وأبناء الملوک لھم
فضل علی الناس فی الآلاء والنعم41۔
(یہ سلاطین اور سلاطین کی اولاد ہیں، جنھیں کمالات اور نعمتوں میں لوگوں پر برتری حاصل ہے۔)

اچھا ہو گا کہ چند اشعار "مفردات القرآن" سے مزید نقل کر دیئے جائیں تاکہ آلاء کی صورت حال مزید منقح ہو جائے۔

طرفہ کا شعر:

كامل يحمل آلاء الفتى نبه سيد سادات خضم 42۔

مہلہل اپنے بھائی کلیب کے مرثیہ میں کہتا ہے:

الحزم والعزم كانا من طبائعه ماكل آلائه يا قوم احصيها43۔

خنساء کا شعر ہے:

فبكى اخاك لِآلائه اذا المعبد ضيعه آلاؤنا44۔

سورہ التغابن میں ارشاد ربانی ہے: "یوم یجمعکم لیوم الجمع ذلک یوم التغابن" یہاں تغابن کا کیا مفہوم ہے؟ تفہیم القرآن 45۔ اور تدبر قرآن 46۔ میں اس کا ترجمہ "ہارجیت" کیا گیا ہے۔ مولانا تھانوی نے اس کا ترجمہ "سودوزیاں" کیا ہے۔47۔ جو لفظ سے خاصہ مطابقت رکھتا ہے۔ اس مفہوم کی مناسبت پر الطاف صاحب نے اچھی روشنی ڈالی ہے:

"سودوزیاں کے الفاظ بالعموم تجارتی معاملات کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ معلوم ہے کہ ایک تاجر کو اپنی تجارت میں کبھی نفع حاصل ہوتا ہے اور کبھی اسے نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ یہی معاملہ آخرت میں پیش آئے گا۔ ایک گروہ جو اہل ایمان کا ہوگا، اس بات پر خوش ہوگا کہ اس نے دنیا کے بجائے آخرت کا سودا کیا اور اس سودے کو نفع بخش بنانے کے لیے اپنی جان ومال اور اپنے اوقات اس میں کھپائے اور آج اس کا نفع اسے جنت کی صورت میں دیا گیا، اور یہ ایک بڑی کامیابی اور خوش بختی ہے۔ دوسرا گروہ اہل کفر کا ہوگا جنھوں نے آخرت سے بے نیاز ہو کر دنیا کا سودا کیا اور اپنی پوری زندگی اور اپنے جملہ اسباب ووسائل اس سودے کو سودمند بنانے میں لگادیئے اور اس کا دنیوی نفع دیکھ کر اس خوش فہمی میں رہے کہ ان کی تجارت بڑی نفع بخش ہے۔ لیکن روزِ آخرت انھیں معلوم ہوگا کہ ان کی تجارت سراسر خسارے کی تجارت تھی، اور یہ خسارہ آج جہنم کی صورت میں ان کے سامنے ہے"۔48۔

سورہ نون میں "عتل بعد ذالک زنیم" آیا ہوا ہے۔ اس آیت سے قبل آیات میں "حلاف مہین" (بہت زیادہ جھوٹی قسمیں کھانے والا) "هماز مشاء بنميم (عیب جو، چغلخور)، مناع للخير معتد اثيم (بھلائی سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار) جیسی صفات آئی ہوئی ہیں۔ ان صفات کے تناظر میں مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ جو نسبتاً قریشی نہیں تھا مگر اہل قریش میں سے ہونے کا مدعی تھا۔ اسی لیے یہاں اس کی ایک صفت "زنیم" آئی ہوئی ہے۔ یہ لفظ "زنمہ" سے مشتق ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کان کا وہ حصہ جو لٹکتا رہتا ہے۔ اسی طرح حلق کے نیچے نکلتے ہوئے گوشت کو بھی "زنمہ" کہتے ہیں۔ کیوں کہ جسم کا حصہ ہوتے ہوئے بھی جسم سے الگ نظر آتا ہے۔ یہی صورت حال ولید بن مغیرہ کی تھی جو صرف اپنی دولت کی بناء پر خود کو قریشی قرار دیتا تھا۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کا بدترین مخالف تھا۔49۔

سورہ نوح کی آیت 23 میں قوم نوح کے بتوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کا ذکر آیا ہے۔ یہ بات پچھلی سطور میں آچکی ہے کہ صاحب تفسیر نے بتوں کے سلسلے میں کافی تفاصیل فراہم کی ہیں۔ مذکورہ بتوں کے متعلق آپ کی پیش کردہ تحقیقات لائق استفادہ ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ اسے انہی کے الفاظ میں نقل کر دیا جائے ملاحظہ ہو:

اس آیت میں قوم نوح کے معبودوں کا ذکر ہوا ہے جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہ معبود ان کی قوم کے وفات یافتہ نیک لوگ تھے۔ بخاری میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ "وڈ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام ہیں۔ جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے لوگوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ وہ ان لوگوں کی نشست

گاہوں پر جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے پتھروں کے نشان قائم کریں اور ان پتھروں کو انہی مردہ لوگوں کے نام سے موسوم کریں۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا لیکن ان نشانوں کی عبادت ہونے لگی''۔ (صحیح بخاری، مطبع مصر، الجزء السادس، کتاب التفسیر، سورہ نوح ص199)
اس سلسلے میں فاکہی، عبید اللہ بن عبید بن عمیر کے طریق سے روایت کرتا ہے کہ ''اصنام کی ابتداء نوح علیہ السلام کے عہد سے ہوئی بیٹے آباء کے فرماں بردار تھے۔ ایک شخص مر گیا تو اس کا بیٹا صبر نہیں کر پا رہا تھا اور یہ سلسلہ اولاد میں چلتا رہا۔ بعد ازاں ان کی اولاد نے کہا: ہمارے بڑوں نے یہ مجسمے اسی لیے بنائے تھے کہ یہ معبود ہیں، پس ان کی عبادت شروع کر دی''۔ (فتح الباری، الطبع الحلبی البابی، مصر، ج10، ص295)
بعض اصحاب علم کا خیال ہے کہ قوم نوح کے یہ معبود در اصل ستارے تھے جن کی خیالی صورتیں بنا کر ان کی پرستش کی جاتی تھی۔ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ ان کے ایک دیوتا کا نام 'نسر' تھا۔ اور یہ دو ستاروں کے نام ہیں۔ ایک نسر الطائر اور دوسرا نسر الواقع، نسر کے معنی گدھ کے ہیں اور ان ستاروں کی شکل گدھ سے بڑی حد تک ملتی جلتی ہے۔ قرین قیاس ہے کہ قوم نوح کے بعض معبود ان کے وفات یافتہ نیک لوگ تھے جیسا کہ بخاری کی مذکورہ روایت میں ہے اور بعض معبود ستارے تھے۔ ان ستاروں کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ وہ انسان کی تقدیر بنانے اور بگاڑنے کی قدرت رکھتے ہیں۔
قوم نوح تو طوفان باد وباراں کے ذریعہ ہلاک کر دی گئی لیکن ان کے معبود زندہ وسلامت رہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ معبود کس طرح عربوں کے پاس پہنچ گئے۔ آغاز اسلام سے پہلے عرب کے مختلف قبائل جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے ان میں قوم نوح کے معبود بھی شامل تھے۔ یہاں ہم بالاختصار ان کا ذکر کرتے ہیں تاکہ قوم نوح کے مختلف دیوتاؤں کی معبودانہ حیثیت واضح ہو جائے۔
ود قبیلہ خزاعہ کی شاخ بنی کلب کا دیوتا تھا، اس کا بت دومۃ الجندل کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔ ''وڈ'' کے معنی محبت کے ہیں، گویا یہ محبت کی دیوی تھی۔ قدیم اقوام میں اس کے مقابل دیوی کا نام نکرہ تھا یعنی نفرت وعداوت کی دیوی۔ کتبات میں یہ دونوں نام ملتے ہیں۔ 'سواع- قبیلہ ہذیل کا دیوتا تھا اور اس کا بت رباط کے مقام پر رکھا گیا تھا۔ اس کی شکل عورت کی تھی۔ غالباً 'ود' کے بالمقابل عداوت کی دیوی تھی۔ یعوق کا بت ہمدان میں تھا اور یمن کے قبیلہ ہمدان کا دیوتا تھا۔ یہ 'عوق' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی روکنے یا دفع کرنے کے ہیں۔ گویا یہ مصیبتوں کا پھیرنے والا یعنی مشکل کشا دیوتا تھا۔ اس کی صورت انھوں نے گھوڑے کی بنائی تھی ''یغوث'' قبیلہ مراد اور بنی غطیف کا دیوتا تھا۔ یہ 'غوث' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی فریاد کو پہنچنے کے ہیں، گویا یہ دیوتا فریاد رس تھا۔ اس کی شکل انھوں نے شیر کی بنائی تھی۔ اس کا بت حجاز اور یمن کے درمیان جرش کے مقام پر نسب کیا گیا۔ نسر قبیلہ حمیر کے خاندان ذوالکلاع کا معبود تھا۔ اس کی شکل گدھ کی تھی۔ اس کا مادہ 'ن س ر' ہے جس کے معنی اجاڑنے اور ادھیڑنے کے ہیں نسر البازی کے معنی ہیں باز کا چونچ سے گوشت نوچنا، تنسر کے معنی میں گدھوں کا شکار کرنا، استنسر الطائر کے معنی ہیں قوت میں گدھ کی طرح ہونا، بولتے ہیں 'ان البعث بارضنا یستنسر' ہماری زمین میں کمزور چیز بھی طاقتور ہو جاتی ہے۔ 'نسر' کے ان مشتقات سے واضح ہو گیا کہ اس لفظ میں قوت وجارحیت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ غالباً یہ لڑائی کا دیوتا تھا جس سے بوقت جنگ مدد مانگی جاتی تھی۔ اس کا بت بلخ کے مقام پر رکھا گیا تھا بابل میں دیوتا کا نام نسروک تھا''۔52۔

مندرجہ بحث زر چکی ہے لیکن سلسلہ افادیت کے مد نظر اس کا اعادہ یہاں مناسب ہو گا۔ سورہ غاشیہ کی آیت ''أفلا ینظروں الی الابل کیف خلقت'' میں ''ابل'' سے کیا مراد ہے۔ یہ تو معروف ہے کہ اس کا مفہوم اونٹ ہے لیکن یہاں شاذ معنی میں مستعمل ہے۔ یعنی یہاں یہ کلمہ ''بادل'' کے معنی میں آیا ہوا ہے کیوں کہ آگے کی آیت میں ''والی السماء کیف رفعت'' آیا ہوا ہے۔ اگر اس کا ترجمہ اونٹ

کیا جائے تو آگے کی آیت سے یہ آیت بے جوڑ نظر آتی ہے۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ قرآن کریم میں معدودے مقامات ہیں جہاں الفاظ شاذ معنی میں مستعمل ہیں۔ مثلاً سورہ رحمن میں ''شجرۃ'' کے ساتھ ''نجم'' آیا ہوا ہے۔ اگر اس کا مفہوم ستارہ لیا جائے تو اس کی شجرہ سے مناسبت نظر نہیں آئے گی اور اگر اس کا شاذ مفہوم زمین پر پھیلی ہوئی بیلوں کے لیا جائے تو دونوں میں ہم آہنگی نظر آتی ہے۔53۔

تفکر قرآنی:

میزان القرآن ایک ایسی تفسیر ہے جس میں تفکر قرآن پر پوری طرح عمل کیا گیا ہے۔ اگر ایسا کیا جائے تو فرقہ بندی کی ذہنیت سے نجات ملے گی اور قرآن کریم کو کتاب ہدایت قرار دیتے ہوئے انسان دشمنانِ اسلام کی فتنہ سامانیوں سے بچ سکتا ہے۔ پروفیسر اعظمی نے خود اس تفسیر کی ترتیب کا مقصد بتاتے ہوئے واضح کیا ہے کہ انسان مسلکیت کے مرض سے باز آسکے۔ آپ کا یہ مقصد عالی لفظ ''کبد'' سے واضح ہو رہا ہے۔ رقم طراز ہیں:

''اکثر مفسرین نے لفظ 'کبد' کا ترجمہ 'مشقت' کیا ہے اور اسی کے لحاظ سے آیت کی تفسیر کی ہے۔ اس نادرست ترجمہ کی وجہ سے ان کی تفسیر بھی غلط رخ پر چلی گئی ہے۔ 'کبد' کے ایک معنی وسط کے بھی ہیں۔ کمان کے دونوں طرف کے درمیانی حصہ کو 'کبد القوس' کہتے ہیں۔ 'کبدت الشمس السماء' کے معنی ہیں کہ سورج آسمان کے وسط میں پہنچ گیا۔ اس معنی کے لحاظ سے 'لقد خلقنا الانسان فی کبد'' کا مطلب ہے کہ ہم نے انسان کو وسط یعنی بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے (جس میں نہ افراط ہے اور نہ تفریط) یہی بات سورہ تین میں ان لفظوں میں فرمائی گئی ہے۔''لقد خلقناالانسان فی احسن تقویم'' ہم نے انسان کو نہایت عمدہ ساخت پر پیدا کیا ہے''۔54۔

اس تفسیر میں پروفیسر اعظمی نے مولانا فراہی کے قرآنی رموز و حکم پر گرفت کرتے ہوئے مختلف مقامات پر مولانا کے افکار کی ستائش بھی کی ہے۔ اسی سلاسل ستائش کا ایک ممتاز حصہ لفظ ''کوثر'' کی تحقیق ہے۔ اگر اسے مبالغہ پر محمول نہ کیا جائے تو یہ حقیقت ہے کہ اس تحقیق کی وجہ سے مفسرین میں مولانا یکا و تنہا ہیں۔ ایک تو اس لفظ کی تحقیق میں مولانا نے جامعیت و مانعیت کا ثبوت دیا ہے۔ فرمایا کہ اس کا مفہوم ''خیر کثیر'' ہے۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ایک ایسی نعمت سے نوازا ہے جو دنیا کی تمام نعمتوں سے افضل اور اکبر ہے اور وہ ہے خانہ کعبہ کی تولیت۔ مفسرین نے بالعموم اس سے حوض کوثر مراد لیا ہے۔ مولانا نے روایات کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا کہ اس کا تعلق آخرت سے نہیں بلکہ دنیا سے ہے55۔ اور وہ سطح زمین ''بلد امین'' میں موجودہ ''بیت اللہ'' ۔ پروفیسر اعظمی نے مولانا کے خیال کی بنیاد پر یوں تحریر کیا ہے:

''روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو جو 'خیر کثیر' عطا کیا اس کا تعلق عالم آخرت سے ہے۔ بعض علماء نے 'خیر کثیر' کے معنوی دائرے کو وسعت دی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس میں ہر طرح کا خیر شامل ہے خواہ اس کا تعلق اس دنیا سے ہو یا عالم آخرت سے۔ لیکن ان اہل علم میں سے کسی کی نظر نظم کلام پر نہیں گئی بالخصوص 'وانحر' کے فقرے پر۔ مولانا حمید الدین فراہی نے اسی جملے سے سمجھ لیا کہ ''کوثر'' سے مراد خانہ کعبہ ہے جسے اللہ جلد ہی آپ کی تولیت میں دینے والا ہے۔ اس خیال کی تائید میں مولانا فراہی نے معراج سے متعلق ان روایات کو پیش کیا ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اس روایت میں نہر کوثر کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں آخری اور اہم صفت یہ ہے کہ ''اس پر چڑیاں اترتی ہیں جن کی گردنیں قربانی کے جانوروں کی سی ہیں''۔ اس سے صاف اشارہ قربانی کے اونٹوں کی طرف ہے۔ مولانا فراہی نے اپنی تحقیق اور 'کوثر' سے متعلق مذکورہ روایت میں جو تطبیق دی ہے وہ حسنِ تطبیق کی ایک نادر مثال ہے''۔56۔

مولانا فراہی کی تفسیر نظام القرآن کی مدد لیتے ہوئے پروفیسر اعظمی نے لفظ ''ابتر'' کی خوبصورت تشریح کی ہے:

"ابتر 'بتر' سے ہے۔ جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ چنانچہ باتر وبتار اور بتّار کے معنی تیز دھار والی تلوار کے ہیں یعنی شمشیر قاطع، 'ابتر' کے معنی 'دُم کٹا' کے ہیں۔ اہل عرب اس شخص کو 'ابتر' کہتے تھے جس کے کوئی اولادِ نرینہ نہ ہو، کیوں کہ اس کی وفات کے بعد کوئی اس کا نام لیوا نہیں ہوتا۔ 'ابتر' ان غلام اور جنگلی گدھے کو بھی کہتے ہیں اس لغوی وضاحت سے معلوم ہوا کہ ابتر وہ شخص ہے جو بے وقعت ہو، جس کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہو۔ اس معنی کے لحاظ سے "ان شانئک ھو الابتر" کا مطلب یہ ہے کہ اے نبی! عنقریب وہ دن آنے والا ہے جب تمہارے دشمنوں کی جڑ کاٹ دی جائے گی اور وہ اس طرح مغلوب ومقہور ہوں گے کہ ان کو کہیں سے کوئی مدد اور حمایت نہیں مل سکے گی۔ اور یہ بشارت فتح مکہ کے دن پوری ہوگئی جب کفار قریش مغلوب اور ذلیل وخوار ہوئے"۔57۔

سورۃ اللہب "تبت یدا ابی لہب" میں 'تبت یدا" کا کیا مفہوم ہے اس تعلق سے مولانا حمید الدین فراہی نے بڑی مستند بحث کی ہے۔ تب کا لغوی مفہوم "ٹوٹنا، ہلاک ہونا' ہے۔ لیکن یہاں یہ محاورتاً استعمال ہوا ہے گویا اس کی تفسیر یہ ہوگی کہ ابولہب بے دست وپا ہوگیا۔ اور "وتب" کا مفہوم یہ ہے کہ وہ پوری طرح ہلاک ہوگیا۔ یہ بات اس لیے کہی گئی کہ خانہ کعبہ کی کلید برداری چوں کہ اس کے ہاتھوں میں تھی جو خانہ کعبہ کے فتح کے بعد اس کے ہاتھوں سے نکل گئی، خانہ کعبہ کے کلید بردار ہونے کی وجہ سے اسے ایک خاص معاشرتی مقام ومرتبہ حاصل تھا اور خانہ کعبہ کے چڑھاوے پر خوب ہاتھ بھی صاف کرتا تھا جس کی وجہ سے اسے ثروت مندی بھی حاصل ہوگئی تھی۔ اس کی وجہ سے اس کی بیوی کے اندر بھی خاص قسم کی اکڑفوں آگئی تھی۔ دونوں مل کر آنحضور ﷺ کی راہ کا روڑہ بنے ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد ان دونوں کا تمام زور ٹوٹ گیا۔ اسی کی خوبصورت ادبی تصویر قرآن کریم نے "تبت یدا ابی لہب وتب" کہہ کر کھینچی ہے۔ مولانا فراہی نے علمی انداز میں اس کا جائزہ لیا ہے۔58۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سورہ کا تعلق بددعا سے ہے لیکن صاحب تفسیر نے اس خیال کی تردید کی ہے یہاں صرف ابولہب کی ناکامی کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ حصول مقصد میں ناکام رہا۔60۔ صاحب تفسیر کا خیال ہے کہ اس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اعدائے اسلام بالخصوص کی ہلاکت کی خبر دی گئی ہے۔61۔

مولانا فراہی کی تفسیر سورہ اخلاص کو دیگر تفاسیر میں انفرادی حیثیت حاصل ہے۔62۔ یہ سورہ درحقیقت نہایت اختصار کے ساتھ توحید کا جامع تصور پیش کرتی ہے۔ اس میں یہود ونصاریٰ اور عرب کے مشرکین کی شدت سے تردید کی گئی ہے کہ اللہ واحد ہے۔ کوئی ابن اللہ یا بنت اللہ نہیں ہے۔ وہ خالق وباری ہے دنیا کی ہر شی اس کی مخلوق ہے اور وہ معبود ہے۔ اللہ کی وحدانیت کے لیے اس میں ایک صفت 'الصمد' آئی ہوئی ہے۔ مولانا فراہی نے اس کی غیر معمولی لغوی اور معنوی تشریح کی ہے۔ پروفیسر اعظمی نے اس تفسیر سے استفادہ کرتے ہوئے بتایا کہ آلام ومصائب میں وہی تنہا کام آنے والا ہے۔ وہ حاجت روا ہے، اس کا ایک مفہوم سردار ہے جس کے بغیر ہر فیصلہ کالعدم ہے۔ صمد اس چٹان کو بھی کہتے ہیں جو دشمنوں کے حملوں سے تحفظ فراہم کرتی ہے۔ گویا وہ تنہا مشکل کشا ہے۔63۔ خاکسار نے اپنے مقالہ میں اس کا جائزہ پیش کیا ہے۔64۔

سورہ الاعراف کی آیت کریمہ "حتی یلج الجمل فی صم الخیاط" میں لفظ 'جمل' کا ترجمہ اونٹ کیا گیا ہے یعنی سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا گزر جانا ممکن ہے اردو میں یہ محاورہ مستعمل بھی ہے۔ لفظ جمل کا ایک مفہوم موٹی رسی بھی ہے جس کا ناکے سے گزرنا محال ہے۔ یہ مفہوم لینا زیادہ مناسب ہے۔65۔

زبان وبیان کے اسرار

پروفیسر الطاف اعظمی کے متعلق یہ کہا جانا ہرگز خلاف حقیقت نہیں ہے کہ وہ زبان وبیان کی باریکیوں سے آگاہ ہیں جس طرح انھوں نے سورہ اعراف میں آئے ہوئے لفظ "رجفۃ" پر روشنی ڈالی ہے اس سے متبادر ہے کہ ایک طرف لفظیات کے محاسن وحقائق پر ان کی گرفت

ہے تو دوسری طرف ان کے مطالعہ قرآن سے ان کا تعمق بھی مترشح ہے۔ اس تحقیق سے یہ بات کھل کر آتی ہے کہ قرآن کی آیات باہمی طور سے خود اپنی تفسیر کرتی ہیں۔ مندرجہ سطور میں انھوں نے مذکورہ تفسیر میں کیا تصریفی طریقہ کار اپنایا ہے:

"رجفۃ کے لفظی معنی تھرتھراہٹ اور کپکپی کے ہیں۔ جاڑے کے ساتھ آنے والے بخار کو 'راجف' کہا جاتا ہے کیوں کہ اس میں بدن کانپنے لگتا ہے۔ زلزلے کو بھی 'راجفۃ' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں زمین اس شدت کے ساتھ ہلنے لگتی ہے کہ بڑی بڑی عالی شان عمارتیں پلک جھپکتے زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ قرآن کی دوسری سورتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ 'رجفۃ' کے معنی زلزلے کے ہیں۔ گوسالہ پرستی کے واقعے کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام قوم کے سرداروں کے ساتھ کوہ طور پر گئے تو راستے میں زلزلے (رجفہ) نے ان کو آلیا(اعراف:155)، معلوم ہے کہ جب زلزلہ آتا ہے تو اس کے بعد بھی چند روز تک اس کے ہلکے جھٹکے آتے رہتے ہیں۔ اس حالت کو قرآن میں 'رادفہ' کہا گیا ہے۔ سورہ نازعات میں ہے یوم ترجف الراجفة تتبعها الرادفة (آیت:6-7) دوسری سورتوں میں 'راجفہ' کی جگہ 'صاعقہ' (حم سجدہ:13) اور 'طاغیہ' (الحاقۃ:5) کے الفاظ آئے ہیں۔ 'صاعقۃ' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے کے بعد شدید طوفانی بارش بھی ہوتی تھی جس میں دل ہلا دینے والی کڑک اور چمک تھی۔ 'طاغیۃ' کا لفظ باعتبار مفہوم 'راجفہ' کا ہم معنی ہے۔ زلزلے میں زمین اپنی عام پُر سکون حالت سے تجاوز کر جاتی ہے۔ یعنی اس پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور وہ اس طرح ہچکولے کھانے لگتی ہے جس طرح کشتی طوفان میں ڈگمگانے لگتی ہے"۔66۔

سورہ ھود میں "فار التنور" آیا ہے جس کا ترجمہ شیخ الہند نے "اور جوش مارا تنور نے" کیا ہے67۔ جو درست نہیں ہے۔ یہ دراصل زمین سے چشموں کی پھوٹ پڑنے کا استعارہ ہے جس کی تائید و تفسیر سورہ قمر کی آیت "وفجرنا الارض عيونا" سے خوب اچھی طرح ہوتی ہے۔68۔

سورہ مریم میں ارشاد ربانی ہے:"قد جعل ربک تحتک سریا" بعض مفسرین نے "سریا" کا ترجمہ "عظیم ہستی" کیا ہے جب کہ اس کا درست ترجمہ "چشمہ" ہے۔ مولانا آزاد نے بھی یہی غلطی کی ہے۔69۔ جب کی بوقت ولادت سب سے زیادہ پانی اور غذا کی حاجت تھی جس کا غیبی انتظام من جانب اللہ ہوا۔ صاحب تفسیر نے فرمایا کہ یہاں چشمہ لینا خلاف عقل اس لیے ہے کہ ایک ہی آیت کے بعد "فکلی واشربی" آیا ہوا ہے۔ 'کلی' کا تعلق رطبا جنیاً (تر و تازہ کھجور)، اور 'اشربی' کا واسطہ "سریا" سے ہے۔70۔

سورہ مریم میں "وتحشر المجرمين يومئذ زرقاً" میں 'زرقا' کا کیا مفہوم ہے اس کا مفہوم طے کرنے سے پیشتر یہ چیز پیش نظر رہے کہ بروز قیامت جن جن مصائب اور عذاب سے مجرمین کو گزرنا پڑے گا اس میں سے ان کی بصارت کا چھن جانا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے کہ آنکھوں کے ہونے کے باوجود ان کو دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ لیکن مفسرین نے اس کا طرح طرح سے ترجمہ کیا ہے۔ کسی نے اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خوف کی وجہ سے ان کا خون خشک ہو جائے گا اور بدن نیلا پڑ جائے گا۔ کسی نے فرمایا کہ دہشت سے ان کی آنکھیں نیلی پڑ جائیں گی۔ کسی نے تحریر کیا کہ خوف کی وجہ سے ان کی آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ لیکن اس کا مناسب ترجمہ یہ ہے کہ (آنکھیں رکھنے کے باوجود) بصارت سے محروم ہوں گے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ ذکر آیا ہے کہ71۔ "ونحشره يوم القيامة أعمىٰ" یعنی قیامت کے روز ہم انھیں اندھا اٹھائیں گے، مجرمین کے اندھے پن کے پیش نظر یہ کہا گیا کہ:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ

ایسے لوگوں کو ہم بروز قیامت اوندھے منھ حشرت کریں گے درآں حالیکہ وہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے ان

زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا(بنی اسرائیل:17/97)

کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ جب بھی وہ بجھنے لگی کی کہ ہم ان پر اسے اور بھڑ کا دیں گے۔

فکرو تحقیق کی تازہ کاری:

مذکورہ چند مفردات پر اکتفا کرتے ہوئے یہ صراحت ضروری ہے کہ ان کے علاوہ بے شمار مفردات پر میزان القرآن میں اظہار خیال کیا گیا ہے۔ مفردات کی ان تحقیقات سے ایک نئی سوچ، ایک نئے ذہن اور نئے افق کا احساس ہوتا ہے۔ پروفیسر اعظمی کے یہاں متقدمین کے فرمودات پر قطعاً انحصار نہیں ہے۔ اگر ان کے آراء وافکار نقل بھی کیے گئے تو دلائل کی بنیاد پر اس تفسیر میں مدونہ نقطہائے نظر سے گریز کیا گیا ہے۔ قرآن کریم نے جس تفکر و تدبر کا مطالبہ کیا ہے اسے اس تفسیر میں برتنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ پروفیسر اعظمی کی نسبت فکر فراہی سے ہے اور فکر فراہی کا ہر گز یہ مفہوم نہیں ہے کہ متقدمین یا افکار فراہی کا تتبع کیا جائے۔ فکر فراہی کی جامع تعریف یہ ہے کہ تحلیل و تجزیہ اور تحقیق و تنقید کی پُر مشقت راہوں پر اس طرح چلا جائے کہ پیشانی عرق آلود ہو جائے۔ راہ تحقیق بڑی کٹھن اور دشوار گزار ہے اسی پر چل کر حکمتوں کی دریافت اور معرفت کا ادراک ہوتا ہے۔ امعان نظر تلاش حکمت کا موثر آلہ کار ہے۔ مفردات القرآن کا سراغ لگانا حکمت کی ایک بنیادی شکل ہے انہی حکمتوں کے متعلق حضرت علی کا یہ قول فیصل ہے کہ یہ خزینۂ حکمت غیر منتہی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مولانا فراہی کی "مفردات القرآن" مطالعہ قرآن کی شاہ کلید ہے اور جستجوئے مفردات میں ایک نئی دنیا کی بازیافت ہے۔

یہاں یہ صراحت غیر ضروری نہیں ہے کہ مفردات کے تعلق سے پروفیسر اعظمی نے ایک نیا معرکہ سر کیا ہے۔ ان تحقیقات کے تناظر میں یہ کہنا مستحسن ہو گا کہ عربی ادبیات کے نقطہ نظر سے بھی ان کی گراں قدر اہمیت ہے۔ استشہاد بکلام العرب اور لغات سے استفادہ کرتے ہوئے بہت سے ادبی نکات کو پروفیسر اعظمی نے موضوع بحث بنایا ہے۔ اس تفسیر میں شعراء عرب کے دواوین، معاجم اور نحویین کے خیالات سے استفادہ کی بنیاد پر آراء قائم کی گئی ہیں اس تفسیر سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ مفسر اگر طب قدیم اور طب جدید سے واقف نہیں ہے تو بہت سی آیات کی تفسیر اور مفردات کی تحقیق اس کے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ پروفیسر اعظمی طبیب ہیں اور جدید میڈیکل کا بھی دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ قرآن کے مطالعہ کو نیات اور گوشہائے طب پر پروفیسر اعظمی کی گفتگو بڑی مدلل اور محکم ہے۔ بہر کیف اس تفسیر نے تراجم آیات، تفاسیر آیات اور تحقیقات مفردات پر اس انداز سے بحث و تحقیق کی ہے کہ تفسیر بالرائے کا شائبہ نہ آنے پائے تاکہ تفسیر القرآن بالقرآن کو درجہ استناد حاصل ہو۔ مطالعہ قرآن کا یہ منہج تحقیق اور یہ انداز تفسیر یقیناً لائق مبارک باد ہے۔ اور لاریب یہ دنیائے تفاسیر قرآنیات میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔ خدا کرے ملت کے ہر فرد کو قرآنی تفکر کی ثروت اور تمسک بالکتاب کی دولت ہاتھ آئے۔72۔

حوالہ جات

1۔ تفسیر نظام القرآن، علامہ حمید الدین فراہی، ادارہ حمیدیہ، سرائے میر، اعظم گڑھ، ص:521

Tafseer Nizam ul Qurān, Hamid ud Deen Farahi,Idara Hamidia,Saray meer,Azam Garh,P:521.

2۔ ایضاً، ص:576

Ibid,P:576

3۔ مفردات القرآن (تحقیق وشرح: الدکتور محمد اجمل ایوب الاصلاحی) دار الغرب الاسلامی، تونس الطبعۃ الاولی، 2002م، ص:37

Mufradat ul Qurān,(Mohammad Ajmal Ayyub Al Islahi)Dar ul Garb al Islami,Edit:2002,P:37

4۔ التکمیل فی اصول التاویل، امام عبد الحمید الفراہی، ادارہ الحمیدیہ، الطبعۃ الثانیۃ، 1411ھ، ص:59

Al Takmeel fi Asool al Taweel,Imam Abdul Hameed al Farahi,Idara Hamidia,Edit,2002,P:59

5۔ مفردات القرآن،ص:200-204

Mufradat ul Qurān,P:200-204

6۔ دیوان حسان بن ثابت الانصاری،(تحقیق عبداللہ سندھ)،دار المعرفۃ،بیروت،لبنان الطبعۃ الاولی،2006ء،ص:107

Diwan Hassan bin Sabit al Ansari,(Abdullah Sindh) Dar ul Muarif,biroot,Labnan,Edit,2006,P:107

7۔ شرح دیوان لبید بن ربیع العامری،(تحقیق الدکتور احسان عباس) کویت،1926م،ص:55

Sharh Diwan Labid bin Rabi al Amri,(Dr.Ihsan Abbas)Kuweet,1926,P:55

8۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: سورہ فاتحہ ایک تحقیقی مطالعہ،الطاف احمد اعظمی(علیگ)ادارہ تحقیقات واشاعت علوم قرآن،1987ء،ص:31-35

Surrah Al Fatiha aik Tahqiqi Mutalia,Altaf Ahmad Azami,Idara Tahqiqat w Ishat Ulum e Qurān,1987,P:31-35

9۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: ایضاً،ص:25-32

Ibid,P:25-32

10۔ تدبر قرآن،مولانا امین احسن اصلاحی،تاج کمپنی،دہلی،1997ء،ص:48

Tadab o Qurān,Mulana Ameen Ahsan Islahi,Taj Kampni,Dhli,1997,P:48

11۔ وضاحت کے لیے دیکھیے: ایضاح القرآن،مولانا ضیاء الدین اصلاحی،یونائیٹڈ بک کارپوریشن،اردو بازار،کراچی،ص:82

Izah ul Qurān,Mulana Zia ul Deen Islahi,United Book Carpurishan,Urdu Bazar,Karachi,P:82

12۔ میزان القرآن،الطاف احمد اعظمی،ایچ ایس آفسیٹ پریس چاندنی محل،دہلی،فروری2010ء،1/213

Mizan ul Qurān,Altaf Ahmad Azami,Edit,2010,1/213

13۔ الاتقان فی علوم القرآن،علامہ جلال الدین سیوطی،تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم،المکتبۃ العصریۃ،بیروت،1988ء،2/108-119

Al Itqan fi Ulum e Qurān,Jala ud Deen Sayooti(Muhammad Abu Al Fazal Ibrahi)Al Maktaba Al Asria,Biroot,1988,2/108-119

14۔ میزان القرآن،1/217

Mizan ul Qurān,1/217

15۔ تفہیم القرآن،سید ابوالاعلیٰ مودودی،مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز،نئی دہلی،نومبر2000ء،1/323

16۔ میزان القرآن،1/457

Mizan ul Qurān,1/457

17۔ میزان القرآن،1/469

Mizan ul Qurān,1/469

18۔ میزان القرآن،1/565

Mizan ul Qurān,1/565

19۔ میزان القرآن،1/58-69

Mizan ul Qurān,1/58-69

20۔ میزان القرآن،2013ء،3/19

Mizan ul Qurān,3/19

21۔ میزان القرآن،3/12

Mizan ul Qurān,3/12

22۔ تدبر قرآن،امین احسن اصلاحی،فاران فاؤنڈیشن،لاہور،پاکستان،1986ء،5/652

Tadbr e Qurān,Ameen Ahsan Islahi,Faran Faundition,Lahore,1986,5/625

23۔ میزان القرآن،3/62

Mizan ul Qurān,3/62

24۔ میزان القرآن،3/87

Mizan ul Qurān,3/87

25۔ میزان القرآن،3/261-262
Mizan ul Qurān,3/261-262
26۔ میزان القرآن،3/383-384
Mizan ul Qurān,3/383-384
27۔ میزان القرآن،3/487
Mizan ul Qurān,3/487
28۔ بیان القرآن،2/44
Bian ul Qurān,2/44
29۔ میزان القرآن،2/771
Mizan ul Qurān,2/771
30۔ میزان القرآن،3/539
Mizan ul Qurān,3/539
31۔ معجم البلدان،7/309
Mujam ul Buldan,7/309
32۔ تاریخ ارض القرآن، سید سلیمان ندوی،2/234
Tareekh Arz ul Qurān,Syeed Suleman Nadvi,2/234
33۔ معجم البلدان،7/310
Mujam ul Buldan,7/310
34۔ میزان القرآن،3/554-556
Mizan ul Qurān,3/554-556
35۔ معجم البلدان،8/67
Mujam ul Buldan,8/67
36۔ مفردات القرآن،125-133
Mufradat ul Qurān,P:125-133
37۔ قرآنی مقالات،(مرتب اشتیاق احمد ظلی)، ادارہ علوم القرآن، طبع ثانی،2012ء، ص:129-138
Qurani Maqalt(Ishtiaq Ahmad Zilli)Idara Ulum e Qurān,Edit:2012P:129-138
38۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی،8/120-121
Tadbr e Qurān,Ameen Ahsan Islahi,8/120-121
39۔ مفردات القرآن، ص:125-133
Mufradat ul Qurān,P:125-133
40۔ میزان القرآن،3/585
Mizan ul Qurān,3/585
41۔ دیوان النابغۃ الذبیانی،(تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم)، دارالمعارف، ص101
Diwan ul Nabiqa al Zibyani(Abu al Fazal Ibrahim)Dar ul Muarif,P:101
42۔ دیوان طرفہ بن العبد،(تحقیق دریۃ الخطیب ولطفی الصقال)، مجمع اللغۃ العربیۃ، دمشق،1968ء، ص110

Diwan Tarfa bin al Abd(al Khateeb w latfi al Saqal,Edit:1968,P:110

43۔ الشعر والشعراء، ابن قتیبہ، (شرح و تحقیق احمد محمد شاکر)، دار المعارف القاہرۃ، الطبعۃ الثالثۃ، 1977ء، ص297-299

Al-Sheer w Al Shura,Ibn Qutiba(Ahmad Muhammad Shakir)Darul Muarif Qahira,Idit:1977,P:297-299

44۔ انیس الجلساء فی شرح دیوان الخنساء، (تعلیق لویس شیخو)، بیروت، 1896م، ص:243

Anees al Jalsa fi Sharh Diwan al Khunsa,lwees Shekho,Biroot,1896,P:243

45۔ تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی، 8/413

Tadbr e Qurān,Ameen Ahsan Islahi,8/413

46۔ تفہیم القرآن، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، 5/536

Tafhim ul Qurān,Mulana Abu al Ala Modoodi,5/536

47۔ بیان القرآن، اشرف علی تھانوی، تاج پبلشرز، دہلی، 12/11

Bian ul Qurān,Ashraf Ali Thanvi,Dahli,12/11

48۔ میزان القرآن، 3/698

Mizan ul Qurān,3/698

49۔ میزان القرآن، 3/742

Mizan ul Qurān,3/742

50۔ الجامع البخاری، محمد بن اسماعیل (کتاب التفسیر) مطبوعہ مصر، 6/199

Al-Jame Al-Bukhari,Muhammad bin Ismail,(Kitab ul Tafseer)6/199

51۔ فتح الباری، حافظ ابن حجر العسقلانی، المطبع الحلبی البابی، مصر، 10/295

Fath ul Bari,Hafiz ibn Hajr Asqalani,10/295

52۔ میزان القرآن، 3/776

Mizan ul Qurān,3/776

53۔ میزان القرآن، 3/928

Mizan ul Qurān,3/928

54۔ میزان القرآن، 3/945

Mizan ul Qurān,3/945

55۔ میزان القرآن، 3/1017

Mizan ul Qurān,3/1017

56۔ تفسیر نظام القرآن، ص:421-422

Tafseer Nizam ul Qurān,P:421-422

57۔ میزان القرآن، 3/1018

Mizan ul Qurān,3/1018

58۔ تفسیر نظام القرآن، ص:576

Tafseer Nizam ul Qurān,P:576

59۔ تفسیر فی ظلال القرآن، 6/400

Tafseer Nizam ul Qurān,6/400

60۔ میزان القرآن،3/1032

Mizan ul Qurān,3/1032

61۔ میزان القرآن،3/1032

Mizan ul Qurān,3/1032

62۔ تفسیر نظام القرآن، ص:531

Tafseer Nizam ul Qurān,P:531

63۔ میزان القرآن،3/1035

Mizan ul Qurān,3/1035

64۔ اساطین عربی زبان وادب ہندوستان میں،ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،2003ء، ص:86-87

Asateen Arabic Zaban o Adab Hidostan m,Dr Abu Sufyan Islahi,Arabic,Ali Garh Muslim University,2003,P:86-87

65۔ میزان القرآن، 2/68

Mizan ul Qurān,2/68

66۔ میزان القرآن،2/73

Mizan ul Qurān,2/73

67۔ مترجم قرآن مجید، شیخ عبدالقادر،(بدون سنہ)،ص308

68۔ میزان القرآن،2/294

Mizan ul Qurān,2/294

69۔ ترجمان القرآن،مولانا ابوالکلام آزاد،ساہتیہ اکادمی،1989ء،4/553

Tarjamn ul Qurān,Mulana Abu al Kalam Azad,Idit:1989,4/553

70۔ میزان القرآن،2/561-562

Mizan ul Qurān,2/561-562

71۔ میزان القرآن،2/599

Mizan ul Qurān,2/599

72۔ اس مضمون کے متعدد حواشی جناب ابوسعد اعظمی کی محنتوں کے ثمرات ہیں